افکارِ حسینیؒ

۱ پاکستان سے استعمار کو کیسے نکالا جائے؟

۲ مقصدِ زندگی

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

میں آپ جوانانِ عزیز سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ کی تنظیم امامیہ طلباء کی ایک اچھی اہداف والی تنظیم ہے جن کے مدنظر خدا، رسول ﷺ اور اہل بیتؑ کی تعلیمات ہیں اور ان کا ہدف ان کی خوشنودی حاصل کرنا ان کے شیعوں کے حقوق کے لئے جدو جہد اور منافع کے لئے کام کرنا ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کہ ذمہ داری ہم سے زیادہ ہے کہ آپ کو اپنی زندگی میں ہر قدم پر یہ دیکھنا ہے ہوگا کہ آیا یہ جو قدم میں اٹھا رہا ہوں کیا یہ میرے مقصد اور میرے ہدف کے لئے مفید اور معاون ہے لہٰذا آپ کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں جو آپ کے مقصد کی راہ میں رکاوٹ ہو اور اس قدم کو اٹھائیں جو آپ کے مقصد میں ممد و معاون ہو۔ خداوند متعال آپ کو کامیاب و سرفراز فرمائے اور آپ کو تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور جو کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

المہدیؑ ادارۂ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّۃِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِیْلاً وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلاً

افکارِ حسینیؒ

☆........☆........☆

1) پاکستان سے استعمار کو کیسے نکالا جائے؟

2) مقصدِ زندگی

بتعاون: ادارہ فروغِ ثقافتِ اسلامی

المہدی (عج) ادارہ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

استعمار، سامراج اور استثمار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶

قدیم دورِ غلامی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷

جدید اندازِ غلامی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷

استعمار کن راستوں سے داخل ہوتا ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸

پہلا راستہ: تعلیمی اداروں کے ذریعے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹

تعلیمی اداروں سے استعمار کا نفوذ کیسے ختم کیا جائے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹

دوسرا راستہ: ثقافت و ہنر کے ذریعے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰

استعمار کے ثقافتی نفوذ کو روکنے کا طریقہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳

استعمار کے نفوذ کا تیسرا راستہ: ہماری کمزوریاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵

تیسرے مسئلے کا حل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷

استعمار کے نفوذ کا چھوتھا راستہ: اقتصادی امداد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸

چوتھی مشکل کا حل: خودکفالت و خودانحصاری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰

دشمن کو شکست کیسے دی جائے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲

دین اور سیاست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲

ایک اور ہتھکنڈہ: فرقہ سازی اور صوبائیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پاکستان سے استعمار کو کیسے نکالا جائے؟

قائد الشہداء علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ نے یہ خطاب مارچ 1985ء میں آئی۔ایس۔او پاکستان کی پہلی مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں کیا لیکن اس کے مطالب آج بھی تازہ ہیں اور پاکستان کے موجودہ حالات میں ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہیں جن پر عمل کر کے ہم پاکستان کو نہ صرف موجودہ مسائل سے نکال سکتے ہیں بلکہ اسے حقیقی ترقی و پیشرفت کے راستے پر بھی لا سکتے ہیں)

میں اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں چونکہ مجھے آپ نو جوانوں سے الفت اور محبت ہے لہٰذا درحقیقت میں آپ لوگوں کی زیارت کے لئے آیاں ہوں۔میں نے اس موضوع پر مطالعہ بھی نہیں کیا تھا بلکہ کل جب میں روانہ ہونے لگا تو گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے کاظمی صاحب سے میں نے پوچھا کہ مجھے بھائیوں کی خدمت میں کس موضوع پر گفتگو کرنا ہے تو انہوں نے مجھے موضوع بتایا۔البتہ پہلے سے میرے جو اس بارے میں مطالعات ہیں ان سے پراگندہ طور پر آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں گا کہ اسلامی مما لک میں استعمار وسامراج کو کس طرح نابود کیا جائے؟

استعمار، سامراج اور استثمار

سب سے پہلے تو استعمار، سامراج اور استثمار کو سمجھنا چاہیے کہ استعمار اور سامراج کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم چار صورتیں تصور کر سکتے ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد کا استثمار کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک فرد پورے معاشرے اور پوری قوم کا استثمار اور استحصال کرے تیسری صورت اس کے برعکس ہے (یعنی ایک قوم یا معاشرہ ایک فرد کا استحصال کرے) چوتھی صورت یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کا استثمار و استحصال کرے) چوتھی صورت یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کا استثمار و استحصال کرے ان صورتوں میں یہ چار صورتیں ہم تصور کر سکتے ہیں۔اب حقیقت میں ان چار میں سے کتنی پائی جاتی ہیں اس سے ابھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے لیکن عالم تصور میں یہ چار صورتیں ہم تصور کر سکتے ہیں۔کیا عالم تصور سے باہر ہی یہ صورتیں پائی جاتی ہیں؟ اور کیا ممکن بھی ہیں (البتہ ممکن تو ہیں) ابھی اس سے ہماری بحث نہیں۔

قدیم دورِ غلامی

پرانے زمانے میں مولا و آقا اور عبد و غلام کا سسٹم تھا۔ جس میں ایک فرد مولا یا آقا کے نام سے پکارا جاتا تھا اور دوسرا عبد یا غلام کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ مولا اس عبد کا استحصال کرتا تھا یعنی اس عبد کے جتنے بھی منافع ہوتے تھے اس کے ہاتھ کی مزدوری تھی یا دیگر جو چیزیں تھیں مولا اس کو اپنی ملکیت تصور کرتا تھا اور بندۂ خدا کو اپنے مفادات اور معاملات میں کسی قسم کا کوئی حق نہیں تھا۔ آپ اسے ایک درخت کی طرح فرض کر سکتے ہیں جس طرح ایک درخت کا مالک اس درخت کی لکڑی اور اس کے پھل وغیرہ کو اپنا سمجھتا ہے اور اگر اس درخت کو پانی دیتا ہے یا اس کی حفاظت کرتا ہے تو وہ اس لئے کہ کل اس کے منافع سے مستفید ہو۔ تو پرانے زمانے میں یہ تھا کہ ایک فرد دوسرے فرد کا استحصال کرتا تھا اور اس زمانے میں دوسری بات یہ تھی کہ مثلاً ایک شخص فرعون و نمرود کے نام سے یا شہنشاہ و ملک کے نام سے ہوتا تھا جو پوری قوم کو اپنا بندہ یا غلام سمجھتا تھا اور اس قوم کے جتنے بھی منافع ہوتے تھے وہ بادشاہ نمرود و فرعون اسے اپنا سمجھتا تھا۔ جس طرح قرآن مجید میں بھی خود فرعون کے قول سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے کہتا تھا کہ یہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کی قوم میرے غلام ہیں تو دوسری صورت یہی تھی کہ ایک فرد، ایک بادشاہ ایک قوم اور ایک ملت کا استحصال کیا کرتا تھا۔

جدید اندازِ غلامی

بعد میں اور خاص کر اس زمانے میں ہم نے استعمار اور استحصال کا ایک اور طریقہ دیکھ لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک پوری قوم ایک دوسری قوم کا استحصال کرتی ہے یعنی اس دوسری قوم کو اپنا غلام سمجھتی ہے جنگ عظیم دوم سے پہلے تو ڈائریکٹ یہ کام ہوتا تھا مثال کے طور پر برطانیہ، ہندوستان یا دوسرے عرب ممالک اور پتہ نہیں کہاں کہاں تک کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا یا اسی طرح بعض علاقوں پر فرانس یا بعض دیگر جگہوں پر اٹلی کا کنٹرول تھا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ اب قومیں بیدار ہوگئی ہیں اور اب یہ ڈائریکٹ ہماری حکومت اور تسلط کو تسلیم نہیں کریں گی تو انہوں نے اپنی حکمت عملی بدلی یعنی صرف طریقہ تبدیل کیا اور وہ یہ کہ پہلے وہ وائسرائے یا کسی اور نام سے ایک انگریز کو وہاں

سے بھیجتے تھے وہ انگریز ان ملکوں کا سربراہ ہوتا تھا اور اس قوم کا استحصال کرتا تھا لیکن اب انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ خود ان قوموں میں سے بعض افراد کو انتخاب کرتے ہیں اور پھر ان کے ذریعے ان قوموں کا استحصال کیا جا رہا ہے پس حقیقت میں ایک قوم کے ذریعے دوسری قوم کا استحصال اور استثمار اب بھی باقی ہے لیکن پہلے وہ ڈائریکٹ ہوتا تھا اور اب وہ ان ڈائریکٹ ہوگیا ہے۔ پہلے بلا واسطہ تھا اور اب بالواسطہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلے بغیر کسی ڈر کے تھا مثلاً فرعون کہتا تھا کہ یہ میرے غلام ہیں جبکہ اب وہ ان ڈائریکٹ ہوگیا ہے۔ پہلے بلا واسطہ تھا اور اب بالواسطہ ہے۔ جبکہ اب وہ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کرتے اب استعمار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ استعمار تعمیر سے اخذ کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم آ کر آپ کے ملک کی تعمیر اور آبادکاری کرتے ہیں۔ ہم آ کر آپ کے لئے ٹیوب ویل لگاتے ہیں آپ کے لئے سڑکیں بناتے ہیں۔ ہم آپ کے لئے فلاں فلاں کارخانہ لگاتے ہیں ہم آ کر مثلاً آپ کے فوج مسلح کرتے ہیں اور اسی قسم کے دیگر ناموں سے وہ آتے ہیں پس چیز وہی پرانی ہے لیکن فرق یہ ہوا کہ اب انہوں نے اپنا نام بدل لیا ہے اور بعض علماء کی اصطلاح میں خصوصاً شہید مطہریؒ کے بقول پہلے زمانے والے منافق نہیں تھے اب یہ منافق بھی ہیں۔ مثلاً فرعون اگر لوگوں کا استحصال کرتا تھا تو وہ زبان سے کہتا تھا کہ یہ میرے غلام ہیں لیکن اب وہ یہ نہیں کہتے کہ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مثلاً ہم انسانی حقوق کا دفاع کرتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کی امداد کرتے ہیں۔ ہم مثلاً کلینک یا ہسپتال کھول کر بیماروں کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔ ایسے ناموں کو استعمال کر کے اب وہ قوموں کا استحصال کر رہے ہیں۔ اب جب ہم نے دیکھ لیا کہ یہی استعمار و سامراج ہے آپ اسے جو نام دینا چاہیں دے دیں۔

استعمار کن راستوں سے داخل ہوتا ہے؟

ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک سے استعمار و سامراج کے ہاتھوں کو قطع کر دیں، کاٹ دیں تو اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ یہ استعمار و سامراج ہمارے اسلامی ممالک اور اسلامی معاشروں میں کن کن راستوں سے آتا ہے اگر آپ یہ جان لیں کہ کن کن راستوں سے دشمن آپ کے گھر

میں داخل ہوسکتا ہے تو پھر آپ اس کا انتظام کریں گے اور ان سوراخوں کو بند کریں گے اور اس کے راستے کی ناکہ بندی کریں گے اور اس طرح دشمن آپ کے گھر میں نہیں گھس سکے گا۔ پس اگر آپ دشمن کو اپنے گھر سے دور کرنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ دیکھ لیں کہ ہمارے گھر میں دشمن کن راستوں سے آسکتا ہے پس ہمیں یہ معین کرنا ہے کہ ہمارے اسلامی ممالک اور اسلامی معاشروں میں استعمار اور سامراج کہاں سے آتا ہے تاکہ ہم اس کے راستے کو روک سکیں اور اپنے ممالک سے اس کے ہاتھ قطع کر دیں۔ تو اب یہاں بحث بہت زیادہ ہے لیکن راستے میں جو کچھ میرے ذہن میں آیا وہ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

پہلا راستہ: تعلیمی اداروں کے ذریعے

سامراج کا پہلا راستہ یہ ہے کہ وہ ہمارے معاشرے میں تعلیمی اور فرہنگی اداروں کے نفوذ کے ذریعے یہاں آتا ہے یعنی ہمارے جو تعلیمی اور فرہنگی ادارے ہیں وہ پہلے ان میں نفوذ کرتا ہے چونکہ ایک معاشرے میں سب سے زیادہ کردار اور نقش تعلیم یافتہ طبقے کا ہوتا ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے تو سامراج اس ملک میں جانے لئے پہلا راستہ جو متعین کرتا ہے وہ تعلیمی ادارے ہوتے ہیں لہٰذا استعمار مختلف ذرائع سے وہاں کے تعلیمی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے اور ایسا تعلیمی نظام بناتا ہے کہ جس کا اسلام اور مسلمانوں کے مفادات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا رابطہ ڈائریکٹ یا مشرق سے ہوتا ہے یا مغرب سے۔

تعلیمی اداروں سے استعمار کا نفوذ کیسے ختم کیا جائے؟

لہٰذا خود آپ کو یاد ہے کہ ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد حضرت امام خمینیؒ نے پہلا جو کام کیا تھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے یونیورسٹیوں کو بند کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک ہمارے اس انقلاب کے ساتھ فرہنگی اور تعلیمی انقلاب نہ آئے تو اگرچہ آج ہمارا یہ انقلاب کامیاب ہوگیا ہے لیکن اس کا مستقبل خطرے میں ہے لہٰذا انہوں نے وہ نظامِ تعلیم جو استعمار و سامراج کے مفاد لے لئے وضع کیا گیا تھا اسے روک دیا اور ابتدا سے لے کر آخر تک تمام تعلیمی کتب اور تعلیمی نظام کا بغور جائزہ لیا اور کام کے

لئے ایسے افراد کو منتخب کی کہ جن کی سوچ و فکر اسلامی تھی اور جن میں علماء، ڈاکٹرز اور دیگر دانشور موجود تھے اب بھی شوریٰ انقلاب فرہنگی کے نام سے یہ منتخب لوگ موجود ہیں۔انہوں نے دن رات کام کیا اور الحمدللہ یونیورسٹیاں کھل گئی ہیں۔وہ نظام جو سامراج کے مفاد کے لئے تھا اسے تبدیل کر کے ابھی اسے اسلام کے مفاد کے لئے بنایا گیا ہے۔تو ہم اگر اپنے ممالک سے استعمار و سامراج کو نکالنا چاہتے ہیں تو ایک راستہ جو سامراج کا ہے وہ تعلیمی ادارے ہیں ہمیں ان میں اس کے اثر و رسوخ کو ختم کرنا پڑے گا اور ان اداروں میں اپنے افراد کو بھیجنا پڑے گا۔اب اگر امریکہ کوئی آدمی بھیجے یا روس کوئی آدمی بھیجے اگر وہ کٹر کمیونسٹ ہو یا کٹر سرمایہ دار ہو مثلاً فلاں مشہور و معروف شخص ہو تو وہ ایسے افراد کو نہیں بھیجیں کیونکہ اگر وہ ایسے افراد کو بھیجیں کہ جن کے چہرے پہلے سے بے نقاب ہیں تو اب وہ ناکام ہو جائیں گے۔اب وہ پروفیسر کے نام سے بھیجیں گے پرنسپل کے نام سے اسے وہاں بھیجیں گے کہ فلاں امریکی کرسی پر بیٹھ کر وہ تعلیم دے لہٰذا ہمیں جو پہلا کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان تعلیم اداروں کی طرف توجہ کریں اور ساتھ وہ افراد جو ان تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کو تعلیم دیتے ان پر نظر رکھیں۔

ایران میں یہی ہوا ہے کہ وہاں تعلیمی اداروں میں جو پروفیسر اور اساتذہ کج فکر تھے چاہے وہ امریکی سوچ رکھتے تھے یا روسی ان سب کو یونیورسٹیوں اور کالجوں سے یہ کہہ کر نکال دیا گیا کہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہمارے ہاں ایسا تعلیمی نظام ہونا چاہیے جو مسلمانوں کے مفاد کے لئے ہو اور وہ افراد جن کے افکار امریکہ یا روس کے ساتھ ہیں وہ کبھی ہمارے مفاد میں کام نہیں کریں گے۔پس ہمیں اس راستے کو ان کے لئے بند کرنا چاہیے۔

دوسرا راستہ: ثقافت و ہنر کے ذریعے

استعمار کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ ہمارے معاشرے میں ثقافت و ہنر اور اسی قسم کے دوسرے ناموں کے ساتھ گھستا ہے۔کس طرح؟ وہ اس طرح کہ سامراج جہاں جانا چاہتا ہے پہلے وہ اس معاشرے میں اسلامی اقدار اور اسلامی شعائر کو لوگوں کے اذہان میں ضعیف کر دیتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں ان اقدار کا مقام اور ان کی اہمیت کو ختم کر دیتا ہے۔اس کے بعد وہ لوگوں کو عیاشی، فحاشی،

برائیوں، نشوں اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کی طرف لے جاتا ہے۔ آپ نے خود "مسٹر ہمفرے کے اعترافات" میں پڑھا ہوگا کہ وہی ہمفرے کہ جس نے اس وہابی مذہب کو ایجاد کیا اس نے اپنے اعترافات میں اقرار کیا ہے اور وہ کہتا ہے جب مجھے اس جگہ لے گئے اور مجھے وہ راز بتائے کہ جو دوسروں کو معلوم نہ تھے تو وہاں پر راز کی ایک بات جو ہمیں بتائی گئی وہ یہ تھی کہ کس طرح مسلمانوں کو موجودہ ہسپانیہ سے نکالا گیا اور وہاں پر دوبارہ عیسائیوں کو آباد کیا گیا تو اس نے لکھا کہ ایک حربہ جو اس سلسلے میں استعمال کیا گیا وہ یہ تھا کہ وہاں فاحشہ عورتیں بھیجی گئیں اور اس کے علاوہ شراب اور اسی قسم کی دیگر نشہ آور چیزیں رائج کی گئیں جس کے نتیجے میں مسلمان عیاش بن گئے۔ مسلمان عیاشی اور فحاشی میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے موقع پا کر مسلمانوں کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

اسی طرح ایران میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہاں انقلاب سے پہلے امریکہ اور اسرائیل نے فحاشی کو کس حد تک پہنچا دیا تھا اور یہ صرف اس لئے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ وہاں سامراج کی گرفت مضبوط ہو جائے اور اسلام ختم ہو کر رہ جائے اور پھر آپ نے دیکھ لیا کہ جب انقلاب لایا گیا تو انقلاب کے زمانے میں نوجوانوں نے یہ جان لیا تھا کہ ہمارے انقلاب کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں تو پہلا حملہ جو جوانوں نے کیا اس میں انہوں نے سینما گھروں کو جلا دیا جو فحاشی کے اڈے تھے ان پر انہوں نے حملہ کیا۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پاکستان میں کبھی ہنر کے نام پر کبھی ثقافتی طائفوں کے نام پر کبھی کسی اور بلا کے نام سے فحاشی کی دعوت دی جاتی ہے اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ مثلاً جب میلے میں موسیقی کی محفل گرم ہو تو وہ لوگ جو جج کہلاتے ہیں یا مجسٹریٹ ہیں یا اسی طرح سرکاری ایم پی اے یا ایم این اے ہیں وہ اس میں بیٹھ جاتے ہیں اور نشہ کرتے ہیں اور جب وہ نشے میں آجاتے ہیں تو وہ بھی نشے میں آ کر سٹیج پر ان کے ساتھ رقص شروع کر دیتے ہیں اسی طرح آپ نے دیکھا کہ فلاں گلوکارہ کے سامنے ایک مسلمان گلوکار سجدہ کرتا ہے اور پھر اسے اخبارات میں نشر بھی کرتا ہے یہ سب کیا ہے؟ اسی طرح آپ دیکھ رہے ہیں کہ روزنامہ جنگ یا نوائے وقت یا کراچی کے کچھ مجلّات جمعہ میگزین

یں خواتین کی جو تصاویر چھاپتے ہیں ان میں کس طرح فحاشی کی تبلیغ اور ترویج کی جاتی ہے یہ سب اس لئے ہے تا کہ استعمار کی جڑیں یہاں روز بروز مضبوط کی جائیں لوگوں کو بے غیرت بنایا جائے اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کا جو جذبہ ہے اور جو کیمونسٹوں کے لئے سدِّ راہ ہے اور جو امریکہ کے سرمایاہ دارانہ نظام کے لئے چیلنج ہوسکتا ہے اس اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا اور اسلام کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں کمزور کیا جائے اور آج تو مجھے بڑی خوشی ہوئی جب میں نے نوائے وقت اور جنگ اخبار میں خبر پڑھی کہ وہ روس جو ایک دن کہہ رہا تھا کہ مذہب ایک افیون اور نشہ ہے اور مذہب میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور آج وہی روس اسی مذہب سے اس قدر گھبرا گیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایران انقلاب اور کٹر ملّا تفسیر قرآن کے نام سے جو درس دیتے ہیں اور جہاں وہاں کے ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہوتا ہے وہ سوشلزم کے خلاف ہے اور صرف اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو سوشلزم کے خلاف کرنا چاہتے ہیں تو اب ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ نشہ ہے تو آپ کو اس قدر گھبرانا نہیں چاہیے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ مذہب ایک ایسی قوت اور قدرت ہے جو سوشلزم کے لئے بھی سدِّ راہ اور امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کے لئے بھی ایک چیلنج ہے۔ اب سامراج کیا کرتا ہے؟ وہ اس مذہب کو کمزور کرنے کے لئے عیاشی، فحاشی، نشے اور اس طرح کی دیگر چیزوں کو رائج کرتا ہے اگر مثلاً ہماری بہنیں ٹیلی ویژن پر فلمیں دیکھتی ہیں (شہید کے دور میں موبائل اور انٹرنیٹ، اور سوشل میڈیا نہیں تھا ورنہ شہید اس کا بھی ذکر کرتے) جن میں وہ اس قسم کی عورتیں دیکھتی ہیں اور اگر ہماری بہنیں اور ہمارے نوجوان اخبارات میں اس قسم کے فوٹو دیکھتے ہیں تو آپ مجھے بتائیں کہ ان کے دلوں میں کیا ذرہ برابر غیرت رہ جائے گی؟ پھر روسی سفارت خانے میں اگر تقریب ہوتی ہے اور وہاں پر موجود عورتوں کی اخبارات میں تصاویر چھپتی ہیں تو یہ عورتیں کوئی روس سے تو نہیں آئی ہیں! یہ تو یہی ہماری پاکستانی عورتیں ہیں جو اس قدر بے غیرت ہوگئی ہیں کہ غیر ملکی اور کفار کے ساتھ نشہ کر کے ان کے ساتھ ناچتی گاتی ہیں اور کیا کیا کرتی ہیں اور ہمیں اس سے ذرہ برابر عار محسوس نہ ہو اور ہم ان کے فوٹو اخبارات میں نشر کریں؟

یہ سامراج کی ایک سازش ہے اور یہ سامراج کا اسلامی ممالک میں پنجوں کو مضبوط کرنے کا ایک طریقہ ہے جو ثقافت اور ہنر کے نام سے ہے اگر ہم واقعاً چاہتے ہیں کہ استعمار کے ہاتھوں کو اسلامی معاشرے سے قطع کریں تو ہمیں اس مسئلہ کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی۔ ہمیں اس بات میں نہیں آنا چاہیے کہ یہ مثلاً ایٹم کا زمانہ ہے اور بیسویں صدی ہے۔ ہمیں روشن فکر ہونا چاہیے یہ نہیں کہ ان باتوں کو چھوڑ دو کہ مثلاً حجاب کیا ہے؟ یہ عقیدہ خطرناک ہے، پس ہمیں سامراج کے راستے روکنے کے لئے فحاشی ،عریانیت، نشے اور تماشے جیسی چیزوں کے خلاف بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے اگر ہم نے اس مسئلے کو اس لئے نظرانداز کیا کہ لوگ ہمیں رجعت پسند کہیں گے اور کہیں کہ یہ روشن فکر نہیں ہے اور اس قسم کی گندی سوچ رکھتا ہے یہ بھی ملاؤں کے ساتھ ملّا بن گیا ہے اگر ہم ان باتوں میں آگئے اور پھر ہم کہیں کہ ہم اینٹی سامراج ہیں تو یہ جھوٹ ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ وہ اینٹی سامراج ہے اور وہ ان عیاشیوں، فحاشیوں اور نشوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور کہے کہ ہم امریکہ کے ہاتھ یہاں سے قطع کریں گے ہم امریکہ کے یہاں سے جڑوں کو کاٹ دیں گے تو ہم اس کی اس بات پر ہنسیں گے۔

استعمار کے ثقافتی نفوذ کو روکنے کا طریقہ

پس اسلامی ممالک میں سامراج کا دوسرا راستہ عیاشی، فحاشی اور اس قسم کی دوسری چیزیں ہیں اور ہمیں ان کو روکنا ہوگا اب اس کو کس طرح روکا جائے اس کے لئے ایک بہترین طریقہ یہ کہ خواتین اور عورتوں کو اسلام نے جو حقوق دیے ہیں ہم ان کو احادیثِ نبویہ اور روایاتِ آئمہ اطہارؑ کی روشنی میں پیش کریں اور ایک اسلامی خاتون سے کہہ دیں کہ وہ باخدا اسلام کی راہ پر گامزن رہے یہ لوگ جو آزادی کے نام پر تمہیں میدانوں میں لاتے ہیں سفارت خانوں میں لے جاتے ہیں تمہیں اغیار کی محفل میں رقص پر مجبور کرتے ہیں۔ قسم باخدا یہ چیزیں تمہارے لئے زیبا نہیں ہیں یہ تمہیں اپنا آلۂ کار بنا کر اپنی محافل کی رونق بناتے ہیں اور اس ذریعے سے اپنے سیاسی اور دوسرے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

ہم مثلاً فلاں مفتی کی طرح نہیں کہتے کہ عورت کی آواز سننا جائز نہیں ہے بلکہ عورت کی آواز سننا جائز ہے لیکن قصدِ ریبہ (لذت) کے ساتھ نہ ہو غلط نیت کے ساتھ نہ ہو۔ ورنہ ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ

کیا صدر اسلام میں حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا اور دوسری بزرگ ہستیوں نے اپنے جائز حقوق کی خاطر اور اسلام کی سر بلندی و کلمہ حق کی آواز کو بلند کرنے کے لئے کیا مردوں کے مجمع میں تقاریر نہیں کیں اور کیا ان کے سامنے خطبے نہیں پڑھے یا اسی طرح ایران اسلامی میں جہاں پر مجتہد اعظم مفکر عالم اسلام رہبر کبیر امام خمینیؒ جیسی شخصیت موجود ہے اور وہ اس قدر اسلامی معاملات میں ماہر ہیں اگر عورت کا مردوں کے سامنے بیٹھنا اور تقریر کرنا جائز نہ ہوتا وہ اسے بلا جھجھک منع کر دیتے لیکن وہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ مجلسِ شوریٰ اسلامی اور پارلیمنٹ میں خواتین بھی موجود ہیں جو ممبر منتخب ہو کر گئی ہیں چنانچہ وہ وہاں پارلیمنٹ میں تقریر کرتی ہیں اور اس طرح کی دیگر بحثوں میں حصہ لیتی ہیں۔

پس ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد اس کی آواز نہ سنیں اور ہم یہ نہیں کہتے کہ عورت کے سر پر وہ پرانی قسم کا (ٹوپی والا) برقعہ ہو اور وہ گھر کی چار دیواری میں محبوس ہو کر رہ جائے نہیں ہم یہ نہیں کہتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ حجاب اسلامی میں ہو جیسا کہ اب ایران میں رائج ہے اور وہ امام خمینیؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ بدن کے جن حصوں کا نماز میں چھپانا واجب نہیں ہے (چہرہ اور کلائی تک ہاتھ) ان کے علاوہ پورے بدن کو ڈھانپا جائے اس طریقے سے ان کی آرائش و زیبائی وغیرہ ظاہر نہ ہو اس قسم کے حجاب کے ساتھ اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے مردوں کے شانہ بشانہ کام کر سکتی ہیں۔

ہم یہ بھی کہتے کہ معارفِ اسلامی کے بارے میں عورت کو بولنے کا حق نہیں ہے عورت کو بولنے کا حق ہے اور مرد کو بھی لیکن نہ ہر مرد اور نہ ہر عورت بلکہ ایسے افراد جو معارفِ اسلامی میں سپیشلسٹ ہوں جن کو ہم مجتہد کہتے ہیں اب مثلاً یہ دروازہ کھل گیا تو اب اگر میں نے علمِ طب یعنی میڈیکل نہیں پڑھا ہے تو کیا دنیا والے مجھے علم طب کے بارے میں اظہارِ نظر کرنے کا حق دیتے ہیں نہیں دیتے پس جس طرح دوسرے علوم و فنون کے بارے میں ہر آدمی کو اپنی رائے کے اظہار کا حق نہیں ہے بلکہ اسے صرف اس علم کے بارے میں یہ حق حاصل ہے کہ جس میں وہ سپیشلسٹ ہے تو اسلام کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے وہ افراد جو اس کے سپیشلسٹ ہیں اور جنہوں نے واقعاً معارفِ اسلامی کو اجتہاد کی عینک کے ساتھ مطالعہ کیا ہے صرف اسے حق ہے کہ معارفِ اسلامی کے بارے میں اپنی رائے دے

اب چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

اب یہ ہماری بدبختی ہے کہ ہمارے کچھ افراد لوگوں کی باتوں میں آ کر کہتے ہیں کہ بابا اسلام میں ملّا اِزم نہیں ہے ہم یہ ہی کہتے ہیں کہ اسلام میں ملّا اِزم نہیں ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب دوسرے علم و فنون میں سپیشلسٹ حضرات کی ضرورت ہے تو کیا اسلام اور معارفِ اسلامی میں اس کی ضرورت نہیں ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ کاش مسئلہ صرف ملّا تک ہی محدود ہوتا لیکن یہ ہے کہ دشمن اسلام ۔وہ ڈائریکٹ اسلام پر حملہ نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ پہلا علماء کو میدان سے نکال دو اور پھر اس کے بعد خود اسلام کو میدان سے نکالنا ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا جس طرح کے ہمارے رہبر کبیر انقلابِ اسلامی امام خمینیؒ نے بھی فرمایا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمیں اسلامِ منہای علماء (علماء کے بغیر اسلام) چاہیے تو یہ غیروں کی سازش ہے تو دوسرا راستہ یہ ہے جسے ہمیں روکنا چاہیے۔

استعمار کے نفوذ کا تیسرا راستہ: ہماری کمزوریاں

تیسرا راستہ یہ ہے کہ جس کے ذریعے استعمار ہمارے ہاں آتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہماری کمزوریوں کو دیکھتا ہے اور پھر ان کمزوریوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ مسلمان تعلیمی لحاظ سے کمزور ہیں (ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان اس طرف متوجہ نہیں ہیں) ہمارے جو وسائل تعلیم پر صرف ہونا چاہیے تھے وہ ہماری عیاشی پر خرچ ہو جاتے ہیں لہٰذا وسائل کی کمی کی وجہ سے ہمارا تعلیمی معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اب ہمارا اسلام کہاں سے آتا ہے مغرب سے آتا ہے یا اسلام پر کون لکھتا ہے؟ فلاں عیسائی یا یہودی اس پر لکھتا ہے۔

اب یہاں پر ایک مسئلہ ہمارے لئے یہ ہے کہ اسلام کا تعارف ایک یہودی یا عیسائی کرواتا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ اسلامی معاشرے کے مسلمان جوان اسلام کا مطالعہ علماء اسلام اور اسلامی سکالرز کے قلم کے ذریعے کرتے لیکن بدبختی یہ ہے کہ اسلامی لٹریچر زیادہ تر یا عربی میں ہے یا فارسی میں ہے اور ہم نے اردو میں بالکل کام نہیں کیا یا بہت کم کام کیا ہے ۔یہاں تک کہ ہمارے مسلمان اسلام کو فلاں مغربی یا فلاں یہودی سے لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ اسلامی اقدار اور شعائر جو

ہمارے ہاں مسلّم ہیں وہ جوان جس نے اسلام کو مغربی اہلِ قلم سے لیا ہوتا ہے وہ ان اقدار اور شعائر کی مخالفت کرتا ہے مثلاً اقتصادیات کی بات ہوتی ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ بابا اسلام تو مسجد امام بارگاہ اور نماز و روزہ کی حد تک محدود ہے اسلام میں اقتصاد نام کی کوئی چیز نہیں اسی طرح اگر اس سے کسی اور مسئلہ پر بات کرتے ہیں مثلاً حکومت کی بات کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اسلام میں حکومت کا کوئی تصور نہیں اور اس قسم کے دیگر مسائل۔

اگر جہاد کی بات کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بابا یا تو اس کے لئے پیغمبر یعنی رسول اللہؐ کے حکم سے ہو یا ہم شیعوں کے لئے امام معصوم اس کا حکم دیں آج کل کے زمانے میں جہاد اصلاً ہے ہی نہیں۔اس کے نتیجے میں سامراج کے لئے میدان پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہمارے ہاں اپنی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے اب اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپ ذرا خود اس بارے میں مطالعہ کریں جو کچھ کہتا ہوں اُسے بیشک آپ نہ مانیں لیکن میری ان باتوں پر فکر ضرور کریں اس پر سوچیں البتہ ابھی کچھ فرق ہے مثلاً فلاں انگریز کہ جسے ہم مستشرق کہتے ہیں یہاں آیا اس نے اسلام کے بارے میں مطالعہ کیا اور پھر اسلام پر کتاب لکھی ہم اس سے اسلام لیتے ہیں۔خوب میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر ہم نے ایسے شخص سے اسلام لیا تو کیا وہ اسلام محمدی ہوگا یا وہ اسلام امریکہ و روس کے مفاد میں ہوگا۔دوسرا ہمارے ہاں وہ لوگ اسلام پر لکھتے ہیں (البتہ معافی چاہتا ہوں اگر ہماری باتیں آپ کے لئے قابل قبول نہ ہوں تو آپ ان پر اعتراض کر سکتے ہیں البتہ ان پر سوچیں ضرور فکر ضرور کریں) کہ جنہوں نے مغرب سے تعلیم حاصل کی ہوتی ہے یا مشرق کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور ان کا کچھ اسلامی موضوعات پر بھی مطالعہ ہوتا ہے وہ چونکہ مغرب سے متاثر ہوتا ہے لیکن دوسری طرف وہ جغرافیائی لحاظ سے ایک اسلامی مملکت میں متولد ہوا ہوتا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو مادیت اور مغربیت کا رنگ دے اور پھر اسے اپنے معاشرے میں پیش کرے اور ہمارے پاس اس کی بھی مثالیں موجود ہیں یہاں تک کہ بعض لوگ نہج البلاغہ کا خطبہ بھی پڑھتے ہیں اور اس کے ذریعے کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوشلزم بالکل اسی طرح ہے، اسی طرح آیات کے ذریعے کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

سیکولرازم عین مذہب ہے اور اس کا مطلب بے دینی نہیں ہے۔

چند دن پہلے یہاں ایک اخبار میں ایک مقالہ آیا تھا جس میں تھا کہ جنت سے مراد کمیونزم ہے جہنم سے مراد یہ سرمایاہ دارانہ نظام ہے اور اللہ سے مراد یہ ہے یعنی وہ چیزیں جو ہمارے ہاں مسلم اور متقین ہیں ان سے اس نے انکار کیا تھا یہ لوگ یا مغرب زدہ ہیں یا مشرق زدہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام حقیقت میں سوشلزم یا کیپیٹل ازم ہے یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی عمامہ، اسلامی داڑھی اور اس قسم کا سیٹ اپ درست کریں۔ اس قسم کے افراد زیادہ ہیں ابھی میں زیادہ جزئیات میں نہیں جاتا کہ آپ کو میں کہہ دوں کہ فلاں شخص اس قسم کا ہے اور فلاں دوسری قسم کا۔

خوب اگر ان سے ہم اسلام لے لیں گے تو وہ کیا اسلام ہوگا؟ تیسرے وہ لوگ ہیں جو دینی گھرانوں میں پیدا ہوتے ہیں دیندار ہیں لیکن جس حد تک انہیں کوشش کرنا چاہیے تھی اور جس حد تک انہیں پہنچنا چاہیے تھا وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکے مثال کے طور فلاں دینی مدرسے میں کچھ مطالعہ کیا یا فلاں کالج اور یونیورسٹی میں سے ایف۔اے یا ایم۔اے کرلیا اب کچھ عربی بھی ان کو آتی ہے کچھ عربی کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے کچھ انگریزی کی کتابوں کا بھی اس کا مطالعہ ہے اب یہ شخص آتا ہے اور اقتصاد پر ہمارے لئے کتاب لکھتا ہے وہ اسلامی اقتصاد پر پھر یہ آکر ہمارے لئے عقائد پر کتاب لکھتا ہے کہ فلاں موضوع پر شیعوں کا عقیدہ یہ ہے تو اس میں اگر ہم نے ان کی تقلید کی تو عالم اسلام میں خلل آجائے گا پس حقیقت میں یہ تینوں مردود و مطرود ہیں جبکہ ہمارے ہاں ان تینوں اہلِ قلم کی کثرت ہے۔

تیسرے مسئلے کا حل

اصل میں جن سے ہمیں اسلام لینا چاہیے وہ چوتھی قسم ہے وہ کون ہیں وہ افراد جنھوں نے اسلام کا مطالعہ بھی کیا ہے جو متدیّن بھی ہیں اور جو اسلامی گھرانے میں پیدا بھی ہوئے ہیں وہ اسلام کے معنوی وروحانی رموز سے آگاہ ہیں وہ رسول اکرم ﷺ آئمہ طاہرینؑ اور صدرِاسلام کے مسلمانوں کے وہ حقیقی راز کا کہ جن کو مغرب ومشرق درک نہ کرسکے وہ ان سے بھی واقف ہے علمی معیار کے مطابق وہ یا تو

مجتہد ہے یا قریب الاجتہاد ہیں تمام معارفِ اسلامی کو اس نے اجتہاد کی نظر سے مطالعہ کیا ہے اگر ایسا شخص ہمارے لئے کتاب لکھے گا تو وہ کتاب اسلام محمدیؐ کے مطابق کتاب ہوگی، وہ صحیح اسلام ہوگا اور وہ ہمیں خدا تک پہنچائے گا ورنہ اس کے علاوہ کوئی ہمیں کارل مارکس کے ہاں لے جائے گا تو کوئی امریکہ کی طرف لے جائے گا اور ہمیں شیطان تک پہنچا دے گا اور اس قسم کی کتابیں لکھنے والے (کہ جو ہمیں خدا تک پہنچائیں گی) موجودہ دور میں امام خمینیؒ، آیت اللہ العظمیٰ خوئیؒ، آیت اللہ العظمیٰ نجفی مرعشیؒ، آیت اللہ العظمیٰ شہید محمد باقر الصدرؒ یا آیت اللہ شہید مطہریؒ شہید بہشتیؒ اور شہید باہنرؒ ہیں یعنی اس قسم کی شخصیات جو نہ مغرب زدہ ہیں اور نہ مستشرق ہیں اور نہ ہی ان کی معلومات سطح قسم کی ہیں بلکہ وہ اس فن میں ماہر اور سپیشلسٹ ہیں اس قسم کے لوگ اگر کوئی کتاب لکھیں گے اور ہم اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو یقیناً وہ ہمیں خدا تک پہنچائے گی اور ہمیں استعمار کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے ایسی کتابوں کا خود بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور ان کا ترجمہ بھی کرنا چاہیے اور دوسرے ساتھیوں کو اس کی ترغیب دلانی چاہیے اگر ہمیں اس کام رغبت ہوگئی تو یقیناً ہم اپنے وطن سے استعمار کو نکال سکیں گے۔

استعمار کے نفوذ کا چوتھا رستہ: اقتصادی امداد

چوتھا کام یہ ہے کہ اگر استعمار اور سامراج آنا چاہتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ ڈائریکٹ ان کا وہاں آنا مشکل ہے تو وہ امداد اور اقتصادی مسائل کا بہانا بناتے ہیں اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ اگر ایک معاشرہ اقتصادی طور پر کمزور ہو تو وہ یقیناً اپنے آپ کو بڑی استعماری طاقتوں کے ساتھ وابستہ کرے گا مثال کے طور پر اگر پاکستان چاہتا ہے کہ بھارت کے مقابلے میں مضبوط ہو جبکہ خود پاکستان کے پاس مثلاً نہ طیارے بنانے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی مثلاً فلاں قسم کے میزائل بنا سکتا ہے لہٰذا وہ امریکہ کی گود میں چلا جاتا ہے اور امریکہ بھی ایف ۔ 16 کے ذریعے پنجے مضبوط کرتا ہے اس لئے کہ امریکہ یہاں طیارے بھیجے گا تو وہ صرف ایف ۔ 16 یہاں نہیں بھیجے گا بلکہ اس کے ساتھ اپنے ماہرین بھی یہاں بھیجے گا۔ پھر فاضل پرزوں کا مسئلہ ہوگا اور اس کے بعد وہ کہے گا کہ مثلاً اپنے افراد کو ہمارے ہاں بھیج دو تا کہ ہم انہیں یہاں تربیت دیں اب دیکھیں کہ امریکہ سے ایف ۔ 16 لینے کی وجہ سے

پاکستان امریکہ سے ہزار طرح سے وابستہ ہو گیا اب یہ امریکہ کے قبضے میں آجائے گا اگر امریکہ نے تھوڑا سا بھی دیکھ لیا کہ یہ ہمارے حکم سے سرتابی کر رہا ہے تو وہ فوراً اس کی دُم دباتا ہے۔کبھی کہتا ہے کہ اس کے ریڈار نہیں دوں گا، کبھی کہتا ہے کہ فاضل پرزے نہیں دوں گا کبھ کچھ کہتا ہے تو کبھی کچھ اور یہاں دوسرے مسائل ہیں فرض کریں کہ زمین کی آبادی کا مسئلہ ہے یا فرض کریں کہ اپنے لوگوں کے لئے معاش اور مزدوری کا مسئلہ ہے تو بھی اسی طرح اگر امریکہ کوئی کارخانہ دے گا یا کوئی اور چیز دے گا تو اس کے ساتھ ہزار قسم کی شرائط بھی لگائے گا جس کے نتیجے میں یہاں استعمار اپنے پنجے مضبوط کرلے گا یا وہ امداد کا بہانہ بنائے گا کہ ہم آپ کو امداد دیتے ہیں، ہم مثلاً آپ کو قرض دیتے ہیں ہم آپ کے ہاں اسپیشلسٹ افراد بھیجتے ہیں یا اور اسی قسم کے دوسرے مسائل۔

ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس وقت سامراج اس میدان میں سب سے زیادہ سرگرم عمل ہے اور ہمارے جتنے بھی اسلامی ممالک ہیں انہی چیزوں کے ذریعے اس نے ان سب پر قبضہ کیا ہوا ہے کسی پر روس نے قبضہ کر رکھا ہے اور کسی پر امریکہ نے۔اب آپ افغانستان کے مسئلے ہی کو دیکھ لیں کہ افغانستان پر سوائے افغانستان کے عوام کے کسی اور کا کوئی حق نہیں۔روس آج جائے یا کل جائے، زور کے ساتھ جائے یا خود ہی پشیمان ہو کر چلا جائے بلآخر اسے یہاں سے جانا چاہیے یہاں پر ہمارے انہی افغان مجاہدین کا تسلط ہو گا ابھی سے یہاں امریکہ نے یہ چال چلی ہے کہ اگر کل روس یہاں سے چلا جائے تو اسے کس طرح اپنے پیر وہاں جمانے ہیں۔(۱)

ابھی اس نے یہ چال چلی ہے کہ اب وہ افغان مجاہدین کو کمک بھیج رہا ہے، اسلحہ فراہم کر رہا ہے ان کی جو دوسری ضرورت کی چیزیں ہیں وہ انہیں دے رہا ہے۔اب یہاں پر آپ دیکھیں اور آپ اس سے پوچھیں کہ تم کس لئے ان کی کمک کر رہے ہو؟ کیا انسانی ہمدردی کی وجہ سے ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا جنوبی افریقہ میں انسان نہیں ہیں؟ کیا ویت نام میں انسان نہیں تھے؟ یا کیا تم کمک اسلام کو

(۱) شہید حسینیؒ کی بابصیرت نگاہ تھی کہ آج سے تقریباً 24 سال پہلے (مارچ 1985ء) جب امریکہ کو افغان دوست اور جہاد و اسلام دوست کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا، انہوں نے اس کے اصل ارادوں سے پردہ اٹھا دیا تھا اور روس کے افغانستان سے نکلنے کی پیشین گوئی بھی کر دی تھی۔ناشر

کمیونزم کے خلاف مضبوط کرنے کے لئے کرتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو کیا لبنان میں مسلمان نہیں ہیں اور کیا ایران میں مسلمان نہیں ہیں؟ کیا تم مصر میں جو قتل عام کروا رہے ہو کل سادات کے ذریعے اور آج ایک اور جلاد کو تم نے ان پر مسلط کر رکھا ہے کیا یہ مصری مسلمان نہیں ہیں پس نہ تو یہ اسلام کی خاطر ہے اور نہ ہی انسان ہمدردی کیا بنا پر ہے اور نہ کوئی حقوق بشر کا مسئلہ ہے بلکہ مسئلہ صرف امریکہ کے ذاتی مفادات کا ہے اور امریکہ یہ چاہتا ہے کہ اس امداد و تعاون کے ذریعے افغانستان میں ابھی سے اپنے لئے راہ ہموار کرے ورنہ اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ نہیں۔

چوتھی مشکل کا حل: خودکفالت وخودانحصاری

بنابرایں اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سے سامراج کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکیں تو پھر ہمیں اقتصادی لحاظ سے خودکفیل ہونا چاہیے آخر ہماری احادیث میں یہ آیا ہے کہ ”اَلْمُؤْمِنُ خَفِيفُ الْمَئُونَةِ“ ”ایک مومن کے خرچ واخراجات بہت کم ہوتے ہیں“ اگر مجھے مثلاً دو جوڑے کپڑوں کی ضرورت ہے تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں دس کپڑوں کے جوڑے اپنے گھر میں رکھوں اگر میں سائیکل پر اپنے دفتر جا سکتا ہوں تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں مرسڈیز لے لوں اگر میرا گزارا ایک سادہ قسم کے گھر میں ہوسکتا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنے لئے فلاں قسم کی کوٹھی بناؤں۔ کھانے کے لحاظ سے بھی اسی طرح۔ بنابرایں اگر ہم چاہتے ہیں کہ سامراج کو یہاں سے نکال دیں تو ہمیں اقتصادی لحاظ سے خودکفیل ہونا چاہیے اور خودکفیل ہم اس وقت ہوسکتے ہیں کہ جب ہم زائد اخراجات کو اپنی زندگیوں سے ختم کردیں اور ہمیں پھر ان زائد اخراجات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ لوکس (سامان تعیش) اور عیاشی کا سامان ہمیں باہر سے نہیں لانا چاہیے ہمیں خودکفیل ہونا چاہیے کیا چین پہلے سے اس قدر ماڈرن تھا؟ نہیں بلکہ اس نے پہلے باہر کی چیزوں کو ممنوع قرار دیا اور کہا کہ ہمیں باہر سے کوئی چیز نہیں لانی بلکہ اپنی ضرورت کی ہر چیز کو خود ہی تیار کرنا ہے اسی وجہ سے وہ آج اس حد تک پہنچ چکا ہے۔ اگر ہم خفیف المؤنہ (کم خرچ کرنے والے) بن گئے تو ہم مسلمان ہیں ہمیں روزہ رکھنا چاہیے ہمیں اگر تین وقت کا کھانا نہ ملے تو دو وقت کھالینا چاہیے دو وقت کا نہ ملے تو ایک وقت کھانا چاہیے اگر ہم خفیف المؤنہ بن گئے ہم اگر

ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو گئے کہ ہمیں صرف پاکستانی کپڑا پہننا ہے ہمیں جاپانی کپڑا نہیں پہننا ہے تو اس وقت یقیناً ہم اقتصادی میدان میں بھی قدرتمند ہو سکتے ہیں اور سامراج کی جڑیں بھی یہاں سے اکھاڑ سکتے ہیں۔

آج کتنے افسوس کی بات ہے یہ جو آج اور کل کے اخبارات میں تھا کہ پاکستان کا وزیر خزانہ باہر گیا ہے وہ کس لئے؟ امداد لانے کے لئے، قرض لینے کے لئے؟ یہ قرض کب اور کون ادا کرے گا؟ اس قرض کی وجہ سے ملت کی کمر پر کتنا بوجھ پڑے گا پاکستان کیا اس سے تباہ ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر ہم واقعاً چاہتے ہیں کہ سامراج کو یہاں سے نکال دیں تو پھر ہمیں یہ قرض نہیں لینا چاہیے مثلاً ہمارا اتنا بجٹ کیوں دفاعی امور پر خرچ ہوتا ہے؟ اور کیا ہم صرف ایف۔ 16 کے ذریعے ہندوستان کو شکست دے سکتے ہیں؟ ایف۔ 16 کا مسئلہ نہیں بلکہ مسئلہ ایمان کا ہے مسئلہ عوام کا ہے اگر حکومت عوام کو اپنے اعتماد میں لے لے ہمیں پتا ہے کہ اگر جنگ چھڑ جائے اور ہم صرف فوج پر انحصار کریں تو سترہ دن کے بعد ہماری فوج جواب دے جائے گی۔

اگر ہمیں لڑنا ہے اور ہندوستان کو شکست دینی ہے تو عوام کے ذریعے ہی یہ کام ہوسکتا ہے۔ جیسا ایران نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایران کو تو ابھی کوئی ماڈرن قسم کا اسلحہ فروخت ہی نہیں کر رہا نہ کوئی ٹینک دے رہا ہے اور نہ کوئی جہاز دے رہا ہے لیکن آج وہ ساری طاغوتی طاقتوں سے تنہا مقابلہ کر رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں ہر محاذ پر ایران آگے بڑھ رہا ہے چاہے وہ جنوبی محاذ ہو یا شمالی۔ ایسا کیوں ہے؟ اگر ایران والوں نے صرف اسلحہ پر انحصار کیا ہوتا اگر انہوں نے صرف فوج پر اکتفا کیا ہوتا تو پہلے دن ہی مسئلہ ختم ہو جاتا آج انہیں چھ سال پورے ہونے والے ہیں نہ صرف وہ عراق کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں بلکہ طاغوت اور سامراج کے ساتھ بھی لڑ رہے ہیں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہیں ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ ایک دن ہم ریڈیو سے یہ خوشخبری سنیں گے کہ ایرانی مجاہدین کربلا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ کیوں ہے؟

دشمن کو شکست کیسے دی جائے؟

یہ سب صرف ایمان کی برکت سے ہے یہ اس لئے ہے کہ وہاں عوام اور حکومت ایک ہیں دو نہیں ہیں اور وہاں جنگ کا سارا بوجھ عوام اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں یہ جنگ درحقیقت عوام لڑ رہی ہے ۔محاذ پر بھی عوام ہیں جو پیسہ خرچ ہو رہا ہے وہ بھی عوام کا پیسہ ہے ۔اگر مسلمان ممالک اتنا بھاری بجٹ جو دفاعی امور پر خرچ کرتے ہیں (نہ صرف پاکستان بلکہ ہر جگہ یہی صورتِ حال ہے) اگر اتنے دفاعی بجٹ اور ماڈرن اسلحہ کے ذریعے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تو آج عربوں نے اسرائیل کو ختم کر دیا ہوتا امریکہ نے سعودی عرب اور مصر کو ماڈرن قسم کے طیارے دے رکھے ہیں روس نے شام اور لیبیا کو بہترین قسم کے دفاعی وسائل دیتے ہوئے ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکے اس لئے کہ اولاً وہ بیچارے امریکہ اور روس کے ساتھ وابستہ ہیں ۔امریکہ نے جب جنگی طیارے دیئے ہیں تو ان کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ وہ انہیں اسرائیل کے خلاف استعمال نہیں کریں گے ثانیاًان کی حکومتیں اپنی عوام سے جدا ہیں، دو ہیں، حکومت اور ہے اور عوام علیحدہ ہے۔

بنا برایں اگر ہمیں اپنے ممالک سے استعمار کا بستر گول کر کے اسے یہاں سے باہر پھینکنا ہے اگر ہمیں یہاں سے استعمار کا جنازہ نکالنا ہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اقتصادی لحاظ سے خود کفیل ہوں ۔اسراف سے اسلام نے منع کیا ہے جبکہ ہماری سرکاری تقریبات میں بہت زیادہ اسراف ہوتا ہے اسے ہمیں ختم کرنا چاہیے لہٰذا اگر ہم صرف زبان سے کہیں کہ ہم مستقل ہیں اور ہم اینٹی سامراج ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم اسراف اور اسی طرح کے دوسرے مسائل کی طرف توجہ نہ کریں تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

دین اور سیاست

بس ایک آخری بات آپ کی خدمت میں عرض کر کے ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ سامراج کس طریقے سے ہمارے ہاں آتا ہے؟ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ اسلام میں دین اور سیاست ایک دوسرے سے الگ اور جدا ہیں

اوراب ان کے لئے دین ایک بہترین ذریعہ بن گیا ہے کہ وہ اسلامی ممالک میں اپنے پنجے گاڑیں اورانہوں نے جان لیا تھا کہ اگر دین اور سیاست ایک ہوں اور اگر سیاست کے اندر دین کا کردار اور اس کارول ہوتو ہمارا ان کے اندر جانا مشکل ہوگا لہٰذا انہوں نے کیا؟ انہوں نے یہ کیا کہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ دین اسلام ہے اور سیاست اس سے جدا کسی چیز کا نام ہے سیاست ان افراد کا کام ہے جو مثلاً کسی مشرقی یا مغربی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہوں اور علماء کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں علماء کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لے کر مسجد میں بیٹھیں، نماز پڑھائیں حیض وغیرہ جیسے مسائل بتائیں اگر کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھادیں اور یہی محدود قسم کی باتیں یعنی علماء کو صرف مسجد اور امام باڑے تک محدود کر دیا ہے۔

اس کا نتیجہ کیا ہو؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سامراج کے لئے میدان کھل گیا اس لئے کہ اگر دین اور سیاست ایک ہوتے اور علماء دین میدان میں ہوتے تو واضح طور پر کہہ دیتے ہیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ۔۔۔ یعنی امریکہ اور روس کے (یہود و نصاریٰ) ساتھ اپنی دوستی نہ رکھو اور انہیں اپنے اولیاء نہ بناؤ یعنی ان کے ساتھ روابط اس حد تک نہ بڑھاؤ کہ وہ تم پر مسلط ہو جائیں اور اگر دین کی یہ بات اسلامی معاشرے میں آجاتی تو پھر حکمرانوں کو کبھی یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ امریکہ یا روس کے ساتھ غلامی کے کسی معاہدے پر دستخط کرتے۔ انہوں نے ہمارے ذہنوں میں ڈال دیا ہے کہ اسلام میں حکومت کا کوئی تصور موجود نہیں اسلام میں اقتصادیات وغیرہ کا مسئلہ موجود نہیں۔

یہاں ایک عجیب نعرہ لگایا جاتا ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے، سوشلزم ہماری معیشت ہے ،جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ ہمیں ان کی اس بات پر ہنسی آتی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ زید کھوسا بھی ہے (یعنی اس کی داڑھی نہیں ہے) اور وہ ریش دار بھی ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے؟

اگر تم کہتے ہوں کہ اسلام ہمارا دین ہے تو پھر اس کے بعد یہ بات کرنا کہ سوشلزم ہماری معیشت

ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ سوشلزم اور کمیونزم کا محور اقتصادیات ہے اور وہ خدا کے منکر ہیں جبکہ دین اسلام کا محور اللہ ہے۔اب آپ مجھے بتائیں کہ کیا ان دونوں کا اتحاد ممکن ہے؟ جب آپ نے کہا کہ اسلام ہمارا دین ہے تو اسلام میں معیشت اور اقتصادیات بھی ہے پس سوشلزم ہماری معیشت کے نعرے کا کیا مقصد ہے؟ کیا ہم قرآن میں یہ نہیں پڑھتے؟ اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ۔ ۳) کہ اسلام ایک مکمل دین ہے پس اگر کہیں کہ اسلام معیشت نہیں ہے اسلام میں حکومت کے بارے میں کوئی خاص پروگرام موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل دین نہیں ہے اگر دنیا میں کہیں بھی کسی قسم کا کوئی انقلاب آتا ہے تو اس میں سب سے پہلی بات اور پہلی چیز حکومت کے متعلق ہوتی ہے کہ اس کے حکمران کون اور کیسے ہوں گے؟ اگر ہم کہیں کہ اسلام میں حکومت کے متعلق کوئی نئی بات موجود نہیں ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام مکمل دین نہیں ہے اسلام نے اقتصادیات کے سلسلے میں پروگرام دیا ہے اسلام میں سیاست کے بارے میں اصول موجود ہیں اسلام میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم نے ان اسلامی سکالرز اور علماء کی اسلامی کتب کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ ہم نے ویلڈ ران یا فلاں مستشرق کی کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کے نتیجے میں ہمارا یہ تصور بن گیا ہے کہ اسلام میں اقتصادیات نہیں ہیں ایک بات یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں: کہہ دیا ہے کہ دین اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہیں اور جس کی وجہ سے انہیں میدان مل گیا ہے کیونکہ اگر علماء مجتہد میدان میں ہوتے تو وہ نہ تو روس کو تسلیم کرتے اور نہ ہی امریکہ کو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے۔

وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا (سورہ نساء: ۱۴۱)

یعنی کفار مسلمانوں پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ہمارے اوپر آج یا امریکہ کی حکومت ہے یا روس کی۔اگر علماء متحد ہو کر میدان میں آجائیں تو پھر نہ امریکہ کی بالادستی قائم رہے گی اور نہ روس کی۔فقط ایک کام جو انہوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ دین اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہیں جس کی وجہ سے ہمیں یہ ضرر اور نقصان ہوا ہے کہ اب اس کے بعد پھر بھی ہم اسی تصور پر باقی رہیں کہ اسلام میں دین اور ہے اور

سیاست اور ہے اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہیں ہم اینٹی سامراج ہیں یہ بات غلط ہے یہ نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ امریکہ کی مخالفت کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ساتھ روس کو لائیں گے اور اگر روس کی مخالفت کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جگہ امریکہ کو لائیں گیا اب وہ جو دونوں کی نفی کرتا ہے وہ صرف اسلام ہے وہ صرف دین ہے ہم نے دیکھ لیا کہ یہی سیاسی پارٹیاں جو ہمارے ملک میں مشغول ہیں ان میں سے اگر کوئی امریکہ مخالف ہے تو اس کے گوشہ دل میں روس کے لئے نرمی ہے اور کوئی روس کی مخالفت ہے تو اس کے دل میں امریکہ کے لئے نرمی ہے جو اپنے دل میں دونوں کے لئے نرمی نہیں رکھتے وہ صرف وہ افراد ہیں جو واقعاً دین اسلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اور دین کو سیاست سے جدا نہیں سمجھتے۔ بنابرایں اگر ہم چاہتے ہیں کہ سامراج کو یہاں سے نکال دیں تو ہمیں اس سلسلے میں پہلی کوشش یہ کرنی چاہیے کہ جو فکر استعمار نے ہمارے معاشرے میں پھیلائی ہے کہ دین اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہیں ہمیں پہلے س فکر کو ختم کرنا چاہیے اور اس کی جگہ وہ فکر دیں جو امام خمینیؒ کی فکر ہے یعنی اسلام میں سیاست جزوِ دین ہے یا جس طرح شہید مدرس نے فرمایا تھا: ''سیاست ما دیانت ما است و دیانت ما سیاست ما است'' تو اس وقت اس استعماری فکر کا سد باب ہو سکتا ہے۔

ایک اور ہتھکنڈہ: فرقہ سازی اور صوبائیت

آخر میں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ استعمار جہاں داخل ہونا چاہے تو وہاں وہ پہلے لوگوں کو تقسیم کرتا ہے مختلف ناموں پر یا مذہبی لیول پر انہیں تقسیم کرتا ہے جیسے اس نے یہاں قادیانی مذہب کو ایجاد کیا ہے اور جیسے اس نے عربوں میں وہابیت کا فتنہ کھڑا کیا ہے ایران میں اس نے بہائیت کا فرقہ بنایا یا پھر وہ قوموں میں تقسیم کر دیتا ہے مثلاً یہ بلوچ ہے اور یہ پٹھان ہے اور یہ پنجابی ہے یا یہ عرب ہے اور وہ عجم وغیرہ وغیرہ۔ ہم اگر واقعاً سامراج کو نکالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کا بھی سد باب کرنا ہوگا۔

☆........☆........☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقصدِ زندگی

قائدالشہداء علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ نے یہ فکرانگیز خطاب کلایہ کے مقام پر آئی۔ایس۔او پاکستان کی تربیتی ورکشاپ میں کیا۔تمام مومنین اور بالخصوص اجتماعیت میں مصروفِ عمل جوانوں کے لئے یہ خطاب ایک منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔

مقصدِ زندگی

کائنات پر ایک نظر ۔۔۔۔۔ ۲۸

دو قسم کے انسان ۔۔۔۔۔ ۲۸

ہمارا ہدف کیا ہونا چاہیے ۔۔۔؟ ۔۔۔۔۔ ۳۰

ہمارے افعال کا مقصد ۔۔۔۔۔ ۳۲

ایک سبق آموز واقعہ ۔۔۔۔۔ ۳۳

امام خمینیؒ کا طرزِ عمل ۔۔۔۔۔ ۳۵

دنیا امام علیؑ کی نظر میں ۔۔۔۔۔ ۳۶

جوانانِ آئی۔ ایس۔ او کا ہدف ۔۔۔۔۔ ۳۷

☆........☆........☆

کائنات پر ایک نظر

ہم سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں کسی کو بھی خدا نے بغیر مقصد کے پیدا نہیں کیا پہلے کچھ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ خود انسانی جسم کے اندر بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے مثال کے طور پر مرد کے جسم پر خدا نے جو پستان بنائے ہیں یا مثلاً یہ گلے میں جو لوزتین (ٹانسلز) ہوتے ہیں لیکن آج کل سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کے جسم میں ان کی موجودگی بہت ضروری ہے اور یہ بے مقصد نہیں ہیں۔ پس جس عالم میں چھوٹی سے چھوٹی سے چیزیں بھی بغیر مقصد کے نہیں ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ خود انسان کہ جسے ہم اشرف المخلوقات سمجھتے ہیں اور سب سے افضل و برتر سمجھتے ہیں وہ بغیر کسی مقصد کے دنیا میں آیا ہو۔ یقیناً اس کے دنیا میں آنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس مقصد کو سمجھیں کہ جس کے لئے خدا نے انسان کو خلق۔ مقصد کو سمجھ لینا ہی سو فیصد کامیابی تو نہیں لیکن بہر حال مقصد کو سمجھ لینا کامیابی کی طرف ایک قدم ضرور ہے۔

دو قسم کے انسان

ہم عموماً یہ مثال دیتے ہیں کہ ایک با مقصد اور ایک بے مقصد شخص دونوں کی حرکات وسکنات

یں واضح طور پر فرق ہوتا ہے۔مثال کے طور پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی صبح سویرے اُٹھتا ہے اگر سات بجے اسے یونیورسٹی، کالج یا ادارے میں پہنچنا ہے تو یہ شخص ناشتہ کرکے جب گھر سے چلتا ہے تو اس نے اپنے لئے ٹائم معین کیا ہوتا ہے کہ اتنے بجے مجھے گھر سے روزانہ ہونا ہے اور میرے گھر سے یونیورسٹی یا ادارے کا فاصلہ اتنے منٹ میں طے ہوگا تو یہ شخص جلدی سے چلتا ہے اور سیدھا اپنے ادارے کی طرف جاتا ہے راستے میں کہیں فضول کسی کے ساتھ کھڑے ہو کر بات نہیں کرتا اور وقت پر اپنے ادارے میں پہنچ جاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں دوسرا شخص ہے جو صبح اُٹھتا ہے یہ بھی گھر سے نکلتا ہے لیکن اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا جب گھر سے نکلتا ہے تو اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کس طرف چلوں اسی سوچ میں اس کا کچھ وقت گزر جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ ایک طرف رخ کرتا ہے پھر فرض کریں کہ اگر راستے میں کوئی پتھر پڑا ہو یا کوئی اور چیز پڑی ہو تو اس کو ٹھوکر لگاتا ہے کبھی پتھروں کے ساتھ کھیلتا ہے تو کبھی راستے میں کسی اور چیز کے ساتھ کھیلتا ہے۔ کبھی کسی دکان کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اُس کے سائن بورڈ کو پڑھتا ہے پھر دکان کے اندر جا کر دیکھتا ہے کہ اس کے اندر کیا کچھ رکھا ہے۔ یونہی وہ دو تین یا سات آٹھ گھنٹے ضائع کرکے آجاتا ہے آخر میں سمجھتا ہے کہ اس نے کوئی کام نہیں کیا۔

بعینہ آپ زندگی میں ان دو آدمیوں کو مدنظر رکھیں ایک آدمی جو سمجھتا ہے کہ کس مقصد کی خاطر اس دنیا میں آیا ہوں اس شرعی ذمہ داری کا سفر اگر لڑکا ہے تو پندرہ سال کی عمر میں شروع ہوتا ہے اگر لڑکی ہے تو نو سال کی عمر میں شروع ہوتا ہے اب اس کے سامنے ایک مقصد ہے اور اس مقصد میں رواں دواں ہے اور جو کام اس مقصد میں مخل ہوتا ہو یا اسے اس مقصد سے روک لے تو وہ ایسے کام سے اجتناب کرتا ہے اور کبھی اس کا مرتکب نہیں ہوتا اور ہر وہ کام اور ہر وہ چیز جو اسے اس کے مقصد تک جلدی پہنچانے میں مددگار ہو تو وہ اس کا سہارا لیتا ہے۔اس کے مقابلے میں دوسرا شخص ہے جس کے سامنے مثلاً کوئی ہدف و مقصد نہ ہو اور اگر ہو بھی تو زیادہ تر یہی مادی مقصد ہو تو وہ شخص یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کام جو میں انجام دے رہا ہوں اس سے میری زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ اسے وقت کا ہرگز

کوئی خیال نہیں ہوتا اور یہ پہلے شخص کی طرح نہیں ہوتا اگر وہ یونیورسٹی جارہا ہے تو بار بار گھڑی دیکھتا ہے کہ کہیں اس کا وقت ضائع نہ ہو جائے اگر کسی سے سلام علیکم کے لئے وہ رکتا بھی ہے تو ضروری بات کرتا ہے اور ساتھ ہی گھڑی کی طرف دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں اس کا وقت ضائع نہ ہو جائے اور وہ یونیورسٹی سے لیٹ نہ ہو جائے۔ بنابرایں جو شخص اپنی زندگی میں کوئی ہدف رکھتا ہو تو وہ وقت کا پابند ہوتا ہے اور جہاں بھی جاتا ہے ایسا کام انجام دیتا ہے جو اس کے مقصد میں ممد و معاون ہو اور اپنے وقت کا خیال رکھتا ہے اس کے مقابلے میں دوسرا شخص قطعاً ان چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور وقت یونہی اس کے ہاتھ نکل جاتا ہے اور آپ جب اس سے پوچھیں تو یہ کہے گا کہ مجھے اس کا پتہ نہیں اور اسے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

ہمارا ہدف کیا ہونا چاہیے۔۔۔؟

تو برادرانِ عزیز! پہلی چیز جو ہمارے اور آپ کے لئے ضروری ہے وہ اپنے ہدف اور مقصد کو معین کرنا ہے اور اس بات کو واضح کرنا ہے کہ ہم کسی ہدف کے تحت زندگی گزاریں؟ ممکن ہے کہ بعض کا ہدف اقتدار ہو کہ وہ کسی علاقے میں ملک میں سردار بن جائیں، انہیں اقدار مل جائے وہ صدر یا وزیر اعظم بن جائیں یا کسی قسم کے دوسرے مادی ہدف۔

برادرانِ عزیز! ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ فرض کریں کہ ہم سردار بن گئے علاقے کے چوہدری بن گئے "ثم ماذا" (اس کے بعد پھر کیا؟) ہم اِس دنیا میں اس قدر زحمت اٹھائیں تکلیفیں برداشت کریں اور صدر یا وزیر اعظم بن جائیں۔ اب آپ ایک طرف ان تکالیف اور زحمات کو رکھیں اور دوسری طرف ان عہدوں کو رکھیں اور دیکھیں کہ کیا واقعاً ان عہدوں کی اتنی قدر و قیمت ہے کہ ہم ان کے لئے اتنی مشکلات برداشت کریں ان تکالیف کے مقابلے میں یہ عہدے کچھ بھی نہیں اسی طرح مال و دولت اور دوسری مادی چیزوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر آپ ایک طرف ان چیزوں کو رکھیں اور دوسری طرف ان کے مقابلے میں اس دنیا کی تکالیف کو رکھیں تو یہ تکالیف ان کے مقابلے میں زیادہ سنگین نظر آئیں گی۔ پھر کیا ایسا ہے کہ جس چیز کا آپ ارادہ کریں وہ آپ کو مل بھی جائے؟ ضروری نہیں

کہ وہ آپ کو مل بھی جائے ممکن ہے کہ آپ کو مل بھی جائے اور ممکن ہے کہ آپ کو نہ ملے۔

پس آپ ان سب محرومیوں اور مشکلات کو مدنظر رکھیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں اقتدار اور دوسری مادی چیزوں کی اتنی قدر و قیمت نہیں کہ ان کے لئے انسان تکالیف برداشت کرے اور اپنی عمر جیسے قیمتی سرمائے کو اتنی معمولی قیمت کے مقابلے میں ضائع کر دے اور اس کے مقابلے میں کوئی قیمتی چیز نہ خریدے اور اس عمر کے مقابلے میں ضائع کر دے اور اس کے مقابلے میں کوئی قیمتی چیز نہ خریدے اور اس عمر کے مقابلے میں تو اسے کوئی اعلیٰ اور گرانبہا چیز خریدنی چاہیے ایسا معاملہ اور ایسا سودا کرنا چاہیے کہ جس کے مقابلے میں سو فیصد فائدہ اور نفع ہو جس میں خسارہ اور نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

آپ اس دنیا سے جس چیز کا بھی انتخاب کریں جو چیز بھی آپ کو پسند آجائے وہ مال و دولت ہو بیوی بچے ہوں یا اقتدار وغیرہ ہو اور اتنی زحمات اور تکالیف کے مقابلے میں اسے اپنی زندگی کا ہدف قرار دیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ آپ خسارے اور نقصان میں ہیں۔اگر صرف اور صرف خدا کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیں تو آپ کامیاب اور کامران ہیں خدا کے علاوہ آپ جس چیز کو اپنا ہدف و مقصد قرار دیں گے تو آپ خسارے میں ہوں گے وہ اس لئے کہ یہ سب چیزیں فانی ہیں۔فرض کریں کہ آپ صدرِ مملکت بن جائیں ایک دفعہ مارشل لاء لگا دیتے ہیں آٹھ نو سال اقتدار میں گزارتے ہیں اس کے بعد مثلاً آپ دھوکے ساتھ اسلام کے نام پر ریفرنڈم کرواتے ہیں کہ آپ عوام سے پوچھتے ہیں کہ وہ اسلام چاہتے ہیں کہ نہیں؟اور یوں آپ اس کے ذریعے پانچ سال گزار دیتے ہیں اور اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ چار پانچ سال کسی اور طریقے سے گزار دیں لیکن بہر حال ایک دن آپ کو اس کرسی کو چھوڑنا ہوگا۔

بنابرایں یہ اقتدار ہو یا مال و دولت ہو یا اسی طرح کی کوئی اور چیز ہو یہ سب فانی ہیں ضائع اور ختم ہو جائیں گی انہیں بقا نہیں ہے پس آپ اپنی عمر کو جو ایک بہت قیمتی چیز ہے اتنی تکالیف، زحمات، لوگوں کے طعنے اور اسی طرح کی دیگر مشکلات میں گزاریں گے یا دو دن کے اقتدار کی خاطر اس قیمتی

چیز کو بیچ ڈالیں گے تو آپ کتنا نقصان کریں گے۔

ہمارے افعال کا مقصد

صرف اور صرف خدا ہے جو باقی رہنے والا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے جو فانی نہیں ہے جو زائل اور ختم نہیں ہوتا۔ خدا کی خاطر کیا جانے والا کام کبھی ضائع نہیں ہوتا اگر آپ نے خدا کو اپنی زندگی کا مقصد اور ہدف قرار دیا تو اس کے مثبت اثرات آپ کی دنیاوی زندگی پر بھی مرتب ہوں گے اور اس دنیا کے بعد آپ کی اُخروی زندگی بھی سنور جائے گی۔ بنابرایں ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی کا مقصد صرف خدا کو قرار دیں ہمارا اُٹھنا بیٹھنا ہماری تعلیم مثلاً یونیورسٹی جانا، دینی مدرسے جانا، کھیت میں ہل چلانا، دکان میں بیٹھنا، ڈیوٹی پر جانا غرض ہر کام خدا کے لئے ہونا چاہیے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ: انعام۔ ۱۶۲)

''کہہ دیجئے: میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب یقیناً اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

ہماری موت ہماری زندگی ہمارے حرکات وسکنات سب خدا کی خاطر ہونے چاہئیں اگر ہم نے خدا کے علاوہ کسی اور چیز کو اپنا تو ہم نے نقصان اور خسارہ کیا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ خدا نے ہمیں یقیناً کسی مقصد کے لئے خلق کیا ہے اور وہ مقصد خود اس نے بتایا ہے کہ ہم نے اس انسان کو اپنی عبادت اور بندگی کیئے پیدا کیا ہے، تقرب الی اللہ کا مقام حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے پیدا کیا ہے کہ فرشتوں سے بڑھ کر مقام حاصل کرے۔

دیکھیں آقائے عزیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ انسان بڑی عجیب وغریب چیز ہے آپ ایک آدمی کو مد نظر رکھیں جس کی آرزو یہ ہے اُس کی شادی ہو جائے ہم اس کی آرزو کو مان لیتے ہیں اور کسی طرح اس کی شادی کروا دیتے ہیں بعد میں اس سے پوچھتے ہیں کہ اور تو کچھ نہیں چاہیے تو وہ کہتا ہے کہ اب مثلاً میرے بچے ہونے چاہئیں گھر میں تنہا بیوی اور شوہر کا دل نہیں لگتا اور اس طرح گزارہ نہیں ہوتا لہٰذا بچے ہونا ضروری ہیں۔ اچھا ہم یہ مان لیتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں اور اس کے بچے ہو

جاتے ہیں تو پھر اس سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اب سامان زیادہ ہوگیا اس لیے ہر روز مکان کی تبدیلی سے تنگ آگیا ہوں لہٰذا مکان چاہیے اگر اپنا گھر مل جائے تو اس کے بعد میں کچھ نہیں مانگوں گا جب یہ مل جاتا ہے تو کہتا ہے کہ گھر میں مہمان آتے ہیں یا اپنے گھر والوں کو باہر جانا ہوتا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے کم از کم ایک گاڑی ضرور ہونی چاہیے چلو ایک پک اپ گاڑی اسے مل جاتی ہے لیکن یہ پھر بھی قانع نہیں ہوتا۔ اس انسان کی آرزوئیں اتنی طویل ہیں کہ اگر آپ اسے پوری دنیا بھی دیے دیں اور پوری زمین پر اس کی حکومت ہو جائے تو یہ اس پر بھی اکتفا نہیں کرے گا بلکہ پھر بھی کہے گا کہ اس سے آگے اور کچھ ہونا چاہیے۔ حقیقت میں انسان کمال مطلق کو چاہتا ہے اور چونکہ وہ اسے ان چیزوں میں میسر نہیں آتا لہٰذا وہ ان پر اکتفا نہیں کرتا اور آگے سے آگے بڑھتا رہتا ہے (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے، حدیث ''فطرت''، چہل حدیث از امام خمینیؒ ۔۔۔ادارہ) کمال مطلق صرف خدا کی ذاتِ اقدس ہے چنانچہ جب کوئی شخص اللہ تک پہنچ جاتا تو اس کی نظروں میں اس دنیا کے مال و متاع اور عہدے و اقتدار کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ اگر وہ گھر میں ہے اور اس کے پاس ایک حصیر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تو جب آپ اس کے پاس بیٹھیں گے اور اس سے باتیں کریں گے اور اس کی معرفت دیکھیں گے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ وہ کس قدر کامل ہے اور اس کے دل میں کتنی قناعت ہے کہ وہ دنیا کی کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

ایک سبق آموز واقعہ

یہ قصہ اصولِ کافی میں بھی ہے کہ ایک صبح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ نے اصحاب کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا اور وہ بہت دبلا پتلا ہوگیا تھا۔ جب حضورؐ اپنے اصحاب سے باتیں کر رہے تھے تو اس بندہ خدا کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور غنودگی اور نیند کی وجہ سے اس کا سر کبھی ایک طرف کو جھک جاتا تھا تو کبھی دوسری طرف۔ وہ پوری رات جاگ کر تہجد اور عبادت کیا کرتا تھا اس لئے اب نماز صبح کے بعد اس پر نیند کا غلبہ تھا لیکن وہ پھر بھی وہ اپنے آپ پر دباؤ ڈال کر بیدار رہنے کی کوشش کرتا تھا تا کہ رسول اکرمؐ کے فرامین سے

زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکے۔حضورؐ نے اس سے سوال کیا کہ اے نوجوان بتاؤ تم نے کس طرح صبح کی؟ یعنی تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا:

یا رسول اللہ اصبحت متیقنا

’’یارسول اللہؐ میں نے یقین کے ساتھ صبح کی ہے۔‘‘

تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا اے جوان یہ تو نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے تم نے کہا ہے کہ میں نے یقین کے ساتھ صبح کی ہے، یقین کی کچھ علامات ہوتی ہیں بتاؤ تمہارے یقین کی کیا علامات ہیں؟ اس نے عرض کیا: ’’یارسول اللہؐ! میرے یقین کی علامت یہ ہے کہ میرے یقین نے میری آنکھوں سے نیند چھین لی ہے اور رات بھر اپنے بستر پر نہیں سوسکتا اس یقین کی وجہ سے میں رات بھر جاگ کر خدا کی عبادت کرتا ہوں اسی طرح یارسول اللہؐ اسی یقین نے مجھے دن کو بھوکا پیاسا رکھا ہوا ہے یعنی دن کو روزہ رکھتا ہوں۔

یارسول اللہؐ! اسی یقین کی وجہ سے میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوں کہ اب میں اس دنیا و مافیہا سے غافل ہوں میرا دل دنیا کی کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا نہ بہترین گھر، بہترین کپڑے، نہ بہترین کھانا، نہ بیوی، نہ بچے اصلاً میں دنیا کی تمام چیزوں سے بیزار ہوں اور اسی یقین نے مجھے بیزار کیا ہے۔

یارسول اللہؐ! یہی یقین ہے کہ جس کی وجہ سے اس مقام پر پہنچا ہوں کہ میں اپنی چشمِ بصیرت سے اس وقت قیامت اور میدانِ محشر کو دیکھ رہا ہوں کہ جس میں اولین و آخری جمع ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک طرف جنت ہے اور جنتی لوگ خدا کی نعمتوں سے لذتوں اُٹھا رہے ہیں اور دوسری طرف جہنم ہے اور اس کے خوفناک شعلوں سے ہولناک آوازیں آرہی ہیں یارسول اللہ میں ان جہنمیوں کی چیخ و پکار کو اپنے کانوں سے سن رہا ہوں کہ جن کے جسم جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں اور وہ لوگ مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔‘‘ یہ سن کر رسولِ اعظمؐ نے فرمایا:

’’ ھذا عبد نور اللہ و قلبہ بالایمان ‘‘ (بحار الانوار، جلد ۷۰، صفحہ ۱۵۹)

یہ جوان ان افراد میں سے ہے کہ خدا نے جن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمادیا ہے۔

اس شخص کے دل میں اس قدر نورانیت آگئی ہے کہ گویا وہ اس دنیا کی حقیقت کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے کہ حقیقت میں اس دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں لہٰذا وہ اس کے دھوکے میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس شخص نے دنیا و مافیہا سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ رسول اکرمؐ نے اس سے پوچھا اے جوان! بتاؤ تمہاری آرزو کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ میری آرزو یہ ہے کہ میں خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں آپ میرے لئے دعا کریں کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی اور چند دن بعد وہ ایک جنگ میں شہید ہو گیا۔

برادرِ عزیز! جب انسان یہ دیکھ لے کہ اس کا مقصد خدا ہے تو پھر خدا سے عشق و محبت اس دنیا کی حقیت کو اس پر عیاں کر دے گا پھر دنیا کی کوئی چیز اسے دھوکہ نہیں دے سکتی۔ چاہے وہ مال و دولت ہو یا اقتدار و کرسی ہو یا کوئی اور مادی چیز ہو وہ کبھی انسان کو ورغلا نہیں سکتی ہم اور آپ کو کیوں اس دنیا نے ورغلا رکھا ہے؟ اس لیے کہ آپ کے اور ہمارے دلوں میں حقیقت میں محبتِ خدا نہیں ہے اور ہم نے خدا کو اپنا مقصد قرار نہیں دیا ہے اور اگر ہم خدا کو اپنا مقصد قرار دیتے تو آپ یقین کریں پھر ہم کبھی اقتدار کے پیچھے نہ بھاگتے اور اگر اقتدار ہمیں گھر بیٹھے مل بھی جاتا تو ہم کبھی اس سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھاتے پھر وہ ہمیں اور آپ کو کبھی دھوکہ نہ دے سکتا۔

امام خمینیؒ کا طرزِ عمل

حضرت امام خمینیؒ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ آیت العظمیٰ بروجردیؒ کی وفات کے بعد سب سے بڑا درسِ خارج امامؒ کا ہوا کرتا تھا اور تقریباً سب ہی مجتہدین آپ کے درس میں آتے تھے اس وقت کچھ لوگ امام خمینیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کا رسالہ عملیا (یعنی توضیح المسائل) چھاپنا چاہتے ہیں آپ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں کیوں کہ اس وقت عالم تشیع کی رہبری کے سلسلے میں ہم آپ سے زیادہ کسی میں یہ صلاحیت نہیں دیکھتے۔ تو امام خمینیؒ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو جاننا چاہیے کہ میں جو آج اس مقام تک پہنچا ہوں تو میں نے اقتدار اور رہبریت کے حوالے سے، کہ میں عالم تشیع کا رہبر بنوں، ایک قدم بھی نہیں اُٹھایا اور نہ ہی میں نے اس کی خاطر ایک کلمہ درس کا پڑھا

ہے ہاں اگر ایک دن اقتدار اور مرجعیت خود ہمارے گھر میں آئے تو پھر ہم اسے صرف اور صرف اسلام کے لئے استعمال کریں گے۔

دنیا امام علیؑ کی نظر میں

پس آقائے عزیز! اگر انسان کی نظر میں مقصدِ زندگی خدا ہو اولاً تو وہ اقتدار کے پیچھے نہیں بھاگتا لیکن پھر بھی ایک دن اقتدار اس کے گھر میں آجائے تو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ علی ابن ابی طالبؑ کبھی بھی خلافت کے پیچھے نہیں گئے لیکن جب ایک دن خلافت حضرت علیؑ کے گھر میں آئی تو حضرت علیؑ نے اس کے بارے میں فرمایا: ابن عباس کہتے ہیں کہ ذیقار کے مقام پر جب میں ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کے خیمے میں داخل ہوا تو آپؑ اپنے نعلین (چپل) گھانٹھ رہے تھے آپؑ نے فرمایا: ''یا ابن عباس ماقیمة هذا النعل'' میرے اس نعلین کی قیمت کیا ہوگی؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا یا امیرالمومنینؑ یہ خرما کا بنا ہوا ہے جوتا ہے، اس ٹوٹے ہوئے جوتے کی کوئی قیمت نہیں ''لا قیمة لها'' یہ بالکل بے قیمت چیز ہے۔ اس پر مولاؑ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ تمہاری اس خلافت و حکومت کی قیمت میرے نزدیک اس جوتی کے برابر بھی نہیں ہے مگر یہ کہ میں اس حکومت کے ذریعے حق کو قائم کروں اور باطل کو مٹا دوں۔ بنا بر ایں اگر خدا پرست کے پاس اقتدار آتا ہے تو وہ اس اقتدار کو خدا کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اسے حق کو زندہ کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

باتیں تو اور بھی بہت زیادہ ہیں لیکن چونکہ ہم نے اس کے بعد بھی دو جگہوں پر پروگرام میں حاضر ہونا ہے اس لئے میں اس سے زیادہ مزاحم نہیں ہوتا۔ آخر میں ایک بار پھر یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اس زندگی کا مقصد خدا کو قرار دینا چاہیے۔ خدا کے علاوہ جس چیز کو بھی آپ اپنی زندگی کا مقصد قرار دیں گے تو آپ نقصان کریں گے اور جب ہم خدا کے لئے کام کریں گے تو پھر ہم کوڑے کھائیں سولی پر جائیں غرض اس راہ میں جتنی مشکلات اور مصیبتیں ہمیں اٹھانا پڑیں اور اس دنیا میں ہمیں جتنی بھی اذیت ہو میں سمجھتا ہوں کہ ان سب کی قدر و قیمت کچھ نہیں لیکن اگر مقصد غیر خدا ہو تو ایک تھپڑ کھانا بھی

زیادہ ہے اور ایک پیسہ دینا بھی انسان کے لئے ناگوار جبکہ خدا کی راہ میں اگر جان بھی چلی جائے تو اسے اپنے لئے فخر سمجھنا چاہیے اور اس کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

جوانانِ آئی۔ایس۔او کا ہدف

میں آپ جوانانِ عزیز سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ کی تنظیم امامیہ طلباء کی ایک اچھی اہداف والی تنظیم ہے جن کے مد نظر خدا، رسول ﷺ اور اہل بیتؑ کی تعلیمات ہیں اور ان کا ہدف ان کی خوشنودی حاصل کرنا ان کے شیعوں کے حقوق کے لئے جد و جہد اور منافع کے لئے کام کرنا ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کہ ذمہ داری ہم سے زیادہ ہے کہ آپ کو اپنی زندگی میں ہر قدم پر یہ دیکھنا ہے ہوگا کہ آیا یہ جو قدم میں اٹھا رہا ہوں کیا یہ میرے مقصد اور میرے ہدف کے لئے مفید اور معاون ہے لہٰذا آپ کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں جو آپ کے مقصد کی راہ میں رکاوٹ ہو اور اس قدم کو اٹھائیں جو آپ کے مقصد میں ممد و معاون ہو۔خداوند متعال آپ کو کامیاب و سرفراز فرمائے اور آپ کو تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور جو کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆........☆........☆